مسائل سنت میں چوتھی بحث

مصنف: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: محمد اصغر نیازی

قسط 4

(سنت کو اطاعت و اتباع کے حوالے سے سمجھنے کے لئے) ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے افعال کے تعلیمی اور تعمیلی پہلوؤں کو تفصیل سے دیکھنا ہو گا۔ ہم انہیں اپنی آسانی کے لئے سات قسموں پر قیاس کر سکتے ہیں:

1- قسم اول

پہلی قسم کے افعال عبارت ہیں:

الف) نفس انسانی کے اندیشوں اور وسوسوں سے

ب) بشری حرکات و سکنات سے، جیسے اعضاء و جوارح کے اپنے اپنے تصرفات وغیرہ ___ اور

ج) جسمانی اور اضطراری جنبشوں سے۔

اس قسم کے فطری افعال میں ہمارے لئے نہ تو اتباع کا حکم ہے اور نہ ہی ان کے لئے نہی وارد ہوئی ہے، البتہ (برینائے بشریت ہی سہی) وہ چونکہ پیغمبر آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی صادر ہوئے، اس لئے ان کی حیثیت مباح افعال کی ہے۔ بہرحال وہ ہمارے لئے اسوہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔

2- قسم دوم

اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا اور اس قبیل کے دوسرے افعال جن کا مدار جبلت پر ہے، تعبدی امور کے زمرے میں نہیں آتے اس لئے اتباع کے لئے نمونہ بھی نہیں بن سکتے اور نہ ہی ان کی اقتدا کا کوئی حکم وارد ہوا ہے، تاہم یہ افعال علماء جمہور کے نزدیک کم از کم اباحت پر ضرور دلالت کرتے ہیں، بلکہ قاضی ابوبکر باقلانی تو ان افعال کو چند فقیہوں کی سند پر مندوب مانتے ہیں۔ نیز امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "المنخول" میں اسی طرح کی بات لکھ رکھی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو ایسے سارے افعال کو نبیؐ کے افعال مان کر اتباع کی نیت سے ان پر عمل پیرا تھے جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں درج ہے اور انؓ کے بارے میں عام مشہور ہے۔

قسم سوم

تیسری قسم کے افعال بھی ہیں تو فی الاصل جبلی ہی لیکن شریعت جب کسی خاص جہت سے انہیں کسی قاعدے ضابطے میں لے آتی ہے تو وہ جبلت کے حصار سے نکل کر شریعت کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں' مثال کے طور پر کھانا اس طرح کھایا جائے اور فلاں شے کھانا حرام ہے۔ اس طرح کے احکامات ان انسانی افعال کو بھی ایک مسلمان کے افعال بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ (ہم کہہ سکتے ہیں کہ) ایسے سب افعال تقرب الٰہی کے خاص تعبدی اعمال سے تو لازماً" فروتر ہیں لیکن ان جبلی افعال سے بہرحال برتر ہیں جن کے بارے میں یہ بات حتماً" کہی جا سکتی ہے کہ ان سے سوائے خالص فعلیت کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا' البتہ وہ افعال جن کی ہیئتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر کچھ ارشاد فرمایا جیسے کھانے' پینے' سونے' پہننے وغیرہ کے بارے میں آپ' کی ہدایات' تو اس تخصیص کی بنا پر انہیں اس قسم میں شامل نہ سمجھا جائے' ان کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

افعال کی اس تیسری قسم کے بارے میں امام شافعیؒ اور ان کے ساتھیوں سے دو قول منسوب ہیں۔ ایک یہ کہ اگر ان عادی افعال کی اصل پر جایا جائے جو کم و بیش جبلت ہے تو ان میں شریعت کے نفوذ کی گنجائش کم ہی نظر آتی ہے' اور دوسرے یہ کہ اگر ان کے ظاہری پہلو کے مضمرات پر نظر کی جائے تو انہیں شرعی بنانے کی بہرحال ضرورت ہے۔ امام شوکانیؒ کے نزدیک دوسرا قول ہی فائق ہے۔ اور ابو اسحاق تو اس قول کی تائید میں کچھ محدثین سے سند بھی لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہا نے ان افعال کو مندوب کے درجے میں شمار کیا ہے۔ تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔

قسم چہارم

اس قسم میں ایسے معدودے چند افعال شامل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے خاص ہیں کہ دوسرا کوئی انہیں کرنے کا مجاز ہے نہ مختار' جیسے:

صوم وصال ____ یعنی افطار کے بنا روزے پر روزہ رکھتے چلے جانا ____
اور تعدد ازدواج میں چار پر اضافے کا اختیار' اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اضافہ ثابت ہے۔

امام الحرمین (الجوینی) البتہ اس بارے میں توقف کرنے کو کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس قسم کے افعال میں نبیؐ کی اقتدا کی نہی کا وارد ہونا ثابت نہیں' لیکن ہم تک لفظاً" یا معناً" ایسی کوئی روایت نہیں پہنچی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ صحابہ کرامؓ نے اس معاملے میں حضورؐ کی پیروی کا کبھی سوچا بھی ہو' نیز کوئی ایسی روایت بھی نہیں مل سکی جس سے اقتدا کے تقاضے کا اشارہ ملتا ہو' چنانچہ اس صورت میں' امام الحرمین کے نزدیک توقف ہی بہتر ہے گو کہ ان کا یہ خیال محل نظر ہے'

تاہم شیخ ابوشامہ قدسی نے اپنی کتاب میں اقتدا کے حوالے سے افعال النبیؐ کی اباحت اور وجوب میں تفریق کو ملحوظ رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کئی مباح افعال امت کے لیے مباح نہ تھے' مثلاً" مسلمان چار سے زیادہ نکاح نہیں کر سکتے' حالانکہ چار سے زیادہ نکاح آپؐ کے لیے مباح تھے' اور آپؐ نے کیے بھی۔ اس طرح کچھ افعال آپؐ پر تو واجب تھے جیسے وتر (تہجد) کی نماز اور چاشت کے نوافل' البتہ ان میں آپؐ کی اقتداء ہمارے لیے مباح کے درجے میں ہے۔ نیز کچھ کام امت کے لیے تو جائز ہیں لیکن آپؐ کے لیے وہ حرمت کے دائرے میں آتے تھے' مثلاً" آپؐ کو کسی بھی ناگوار بو والی شے کے کھانے سے روک دیا گیا تھا' نیز آپؐ اپنی کسی حرم کو محض اس بنا پر طلاق نہ دے سکتے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کو ناپسند کرتی ہے۔

بہرحال' اصول یہ ہے کہ اس فعل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا جائز نہ ہوگی جس کے بارے میں صراحت آگئی ہو کہ وہ من جانب اللہ اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں' اگر کسی فعل کی اباحت خود شارعؑ نے امت کے لیے' تخصیص کے ساتھ' طے کر دی کہ یہ کام میرے لیے تو واجب ہے لیکن تمہارے لیے صرف مندوب' چاہو تو کرو چاہو تو نہ کرو تو ہم اسے اس لیے کریں گے کہ شارعؑ نے اسے ہمارے لیے مندوب قرار دیا نہ کہ اس لیے کہ اس کا کرنا آپؐ پر واجب تھا۔ نیز آپؐ اگر یہ فرمائیں کہ فلاں کام میرے لیے مباح ہے' اور مزید کچھ نہ فرمائیں تو ہمارا اس پر یہ کہنا ہرگز درست نہ ہوگا کہ تب تو یہ ہمارے لیے بھی مباح ہے۔ مثال کے طور پر وصال کے روزے ہم صرف اس مفروضے پر رکھنا شروع کر دیں کہ ایسی کوئی روایت موجود نہیں جس سے یہ اشارہ ملتا ہو کہ ان کا رکھنا ہمارے لیے پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔ اس طرح کی صورت حال البتہ ایک روایت میں یوں بیان ہوئی ہے' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ثابت ہے کہ انہوںؐ نے وصال کے روزے رکھے' لیکن جب صحابہؓ بھی رکھنے لگے تو آپؐ نے انہیں منع فرمادیا' مگر ایک صحابی مصر رہے کہ رسولؐ بھی تو رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے دنوں وصال کیا تاکہ سب پر یہ واضح ہو جائے کہ وہ پیغمبرؐ کے سے نہیں ہو سکتے اور انہیں تو خود خدائے رزاق اپنے پاس سے کھلا پلا دیتے ہیں۔ لٰہذا ہمارے لے کسی طور جائز نہیں کہ ہم اقتدا کی بنا اپنے کسی من چاہے مفروضے پر رکھیں۔ میں (شوکانی) تو یہاں تک کہتا ہوں کہ نبیؐ سے خاص امور میں کسی صحابی کی مثال بھی بہرحال قابل تقلید نہ ہوگی کیونکہ اس میں بھی تخصیص کا کوئی پہلو ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابن زبیرؓ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ وصال کے روزے رکھا کرتے تھے۔

مسئلے کی ایک صورت اور بھی ہے' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر خود فرمادیں کہ یہ چیز حرام صرف مجھ پر ہے' تمہارے لیے حلال ہے تو اس سے رکے رہنے ہی میں مصلحت ہے۔ اور اگر آپ فرمادیں کہ فلاح شے مجھ پر تو حرام ہے' تمہارے لیے البتہ حلال ہے' یعنی شارعؑ نے امت کے لیے اس کی تحریم نہیں فرمائی' اب اگر اسے کوئی اس لیے ترک کردے کہ وہ

آپؐ کے لیے حرام تھی تو وہ ترک حلال کا مرتکب ہوا' اور ترک حلال میں کوئی ورع نہیں۔

قسم پنجم

وہ افعال جنہیں آپؐ نے اس لیے معرض ابہام میں رکھا کہ ان کی تبیین کے لیے انہیںؐ وحی کا انتظار تھا۔ حج کی نوعیت مثلاً" اسی لیے طے نہ ہو سکی۔ سوال یہ ہے کہ آپؐ کی اقتدا کیا ایسے افعال میں بھی ضروری ہے؟ اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ اقتدا ہی بہتر ہے اور بعض اسے اس خاص صورت حال میں ضروری نہیں سمجھتے۔

امام الحرمین اپنی کتاب "النھایہ" میں لکھتے ہیں کہ آپؐ کا کسی کام کی نوعیت کی وضاحت سے رکے رہنا' ان کے خیال میں' بظاہر سہو ہے کیونکہ آپؐ نے کسی فعل کے بارے میں کرنے یا نہ کرنے کے حتمی حکم کو وحی کے انتظار پر محمول کیا' تو جس معاملے میں وہ خود متردد ہوں' اس میں' امام الحرمین کہتے ہیں' اقتدا کا کوئی سوال نہیں۔

قسم ششم

رہے وہ افعال جو آپؐ نے دوسروں کے ساتھ بطور سرزنش و سزا روا رکھے تو ان میں اقتداء کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں اقتداء جائز ہے اور بعض اسے جائز نہیں سمجھتے' البتہ اس پر اجماع ہے کہ ان افعال میں اقتداء موقوف ہے' سزا کے سبب پر۔ سبب اگر مشترک ہے تو ٹھیک' ورنہ اقتدا درست نہیں۔ مصنف امام کہتے ہیں یہی اصول صحیح ہے۔ کیونکہ سبب جب دونوں جگہوں پر ایک سا متحقق ہو گیا تو اقتداء دشوار نہیں رہے گی اور ہم وہی سزا دلوانے میں حق بجانب ہوں گے جو آپ نے اس سلسلے میں نافذ فرمائی۔ تاہم اقتداء نہ کر سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپؐ نے بوجوہ سزا کا سبب ہی ظاہر نہ فرمایا ہو۔

جہاں تک کسی تنازع میں ملوث دو اشخاص کے درمیان' فیصلے کے بعد' سزا کے اطلاق کا تعلق ہے تو یہ اور اس طرح کے دوسرے سارے معاملات چونکہ باب قضا سے تعلق رکھتے ہیں تو انہیں عدالت کی صوابدید پر چھوڑنا ہو گا جو اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے اس طرح کے تنازعات میں آپؐ کے فیصلوں کو پیش نظر رکھے گی۔ ان افعال کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ وقف کیا جائے یعنی یہ کہ اقتدا کو ملتوی رکھا جائے تا آنکہ تعمیل کے لیے کوئی دلیل مل جائے۔ ابن سمانی کی تحقیق کے مطابق اشعری مکتبہ فکر کے اکثر لوگوں نے اسی رائے پر صاد کیا ہے۔ نیز ابن دقاق' ابوالقاسم' کج اور زرکشی نے بھی وقف ہی کی تائید کی ہے' بلکہ جمہور اصحاب کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے' اور ابن فورک تو اس ضمن میں خاصے پرجوش ہیں' تاہم قاضی ابوالطیب نے "الکفایہ" کی شرح میں وقف کے موقف کی مندرجہ ذیل الفاظ میں پرزور تائید کی ہے:

> "اگر یہ افعال اپنے اندر وجوب' ندب اور اباحت رکھتے ہوں' ساتھ ہی ان کے بارے میں یہ احتمال بھی ہو کہ ان میں سے کوئی شاید آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ خاص نہ ہو تو' تاہم حتمی بات یہی ہو سکتی ہے کہ ان کے بارے
میں وقف ہی پر صبر کیا جائے"۔

مصنف کا تبصرہ

احتمال اباحت کی تردید اور ندب کی تائید میں ہماری دلیل ندب کے باب میں اوپر گزر چکی ہے۔ رہا ان افعال کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہونا تو سب اس پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے افعال عمل اقتدا کے لیے شریعت سازی کرنے والے ہیں۔

قسم ہفتم

اس ساتویں قسم میں ان افعال کا بیان ہو گا جو سابقہ اقسام کے افعال کے ان لوازمات سے پاک ہیں جن کی وجہ سے عمل اقتدا میں بعض اوقات تامل اور التوا کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔

1- جس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ یعنی فعل نبیؐ صاف صاف بیان ہوا ہو' یہاں تک کہ مزید کسی وضاحت یا تبیین کی حاجت نہ رہے' جیسے آپؐ کے یہ فرمان:
   - صلوا کما رأیتمونی اصلی نماز اسی طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔
   - خذوا عنی مناسککم اپنے مناسک بجالانا مجھ سے سیکھو۔
   - القطع من الکوع (حد سرقہ کی تبیین کرتے ہوئے فرمایا) ہاتھ جوڑ ہی سے کاٹا جائے گا۔

   چنانچہ ایسے ہی افعال النبیؐ کی اقتدا ہم پر من و عن واجب ہے۔

2- ان افعال کی ایک صورت اور بھی ہے۔ آپؐ نے قرآن کے کسی مجمل کو کھولا ہو تو بیان مجمل کا حکم بھی اصل مجمل کے حکم میں ہو گا' یعنی مجمل اگر وجوب کا حکم رکھتا ہے تو بیان مجمل کے لیے بھی یہی حکم موثر ہو گا اور اگر وہ مندوب کے حکم میں ہے تو یہ بھی مندوب ہو گا۔
   مثال کے طور پر:
   - حج اور عمرہ کے تفصیلی افعال
   - فرض نمازوں کی ہیئتیں
   - نماز کسوف و خسوف کا اسلوب خاص

3- مزید ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک امر کا قرآن میں مجملاً" بھی کوئی ذکر موجود نہ ہو بلکہ اس کا ظہور اول اول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ہوا۔ ساتھ ہی یہ بھی اگر معلوم ہو جائے کہ اس سے وابستہ حکم کی نوعیت (صفت) کیا ہے ____ واجب' مندوب یا مباح ____ تو بھی علماء کے مابین ان کی مسنونیت تک میں خاصا اختلاف رائے پایا جاتا ہے:

الف) ایک رائے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اس (کام) کے کرنے میں

اپنے رسولؐ کے ساتھ برابر کی شریک ہے' الایہ کہ کسی دلیل یا قرینے سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ عمل آپ' کی ذات کے ساتھ خاص تھا' اور یہی رائے صائب ہے۔

ب) ایک رائے یہ ہے کہ تعبدی امور میں نبیؐ اور ان کی امت' شرع کے ایک سے پابند ہیں۔ باقی امور میں بربنائے روایت و درایت اختلافی رائے رکھی جا سکتی ہے۔

ج) ایک رائے یہ ہے کہ توقف ہی بہتر ہے' یعنی اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حکم سب کے لیے ہے تو تعمیل' ورنہ عمل موقوف رکھا جائے۔

د) ایک رائے یہ ہے کہ صرف دلیل شرعی ہی کسی فعل کی مسنونیت کے لیے حجت ہے' چنانچہ اگر ایسی کوئی دلیل کہیں سے نہ ملے اور اس کے مقصد میں چاہے قرب الہی کا حصول بھی شامل ہو' پھر بھی اس کے مسنون ہونے میں علماء کے ہاں بہت اختلاف پایا جاتا ہے' تاہم اس مسئلے پر گفتگو ہم ذرا بعد میں کریں گے۔

مسئلہ اقتدا

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی اقتدا کے معاملے میں کسی کو اختلاف نہیں' بلکہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں کہ شریعت فی الاصل اتباع و اطاعت رسولؐ سے الگ کچھ اور شے نہیں' البتہ رسولؐ کے افعال اپنی حیثیت' نوعیت اور اہمیت کی بنا پر جس درجے کی ترجیح اور تاکید کے متقاضی ہیں' اس میں اختلاف ہے جس نے بڑھتے بڑھتے باقاعدہ ایک علم اور فن کی شکل اختیار کر لی ہے)

اصول فقہ کی مناسبت سے ہم مسئلہ اقتدا کے اس پہلو کی کسی حد تک توضیح کریں گے:

الف) کیا اقتدا واجب ہے

ابن شریح' ابو سعید الاصطخری' ابن خیران' ابن ابی ہریرہ اور حضرات معتزلہ کی ایک جماعت کی مشترکہ رائے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہر ہر فعل کی اقتدا امت پر واجب ہے۔ وہ اپنی اس رائے کے حق میں قرآن' اجماع اور عقل سے دلیل لاتے ہیں۔

قائلین وجوب اپنی رائے کے حق میں قرآن کی چند معروف آیات سے استدلال لاتے ہیں۔ ہم یہاں وہ آیات درج کر کے ان کے استدلال کا جائزہ لیتے ہیں:

پہلی آیت

ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نہاکم عنہ فانتھوا (رسول تمہیں جو دیں لے لو اور جس سے منع کریں' رک جاؤ)

لیکن مصنف لکھتے ہیں کہ "ما اتاکم الرسول" کے الفاظ کو افعال النبیؐ کے معنوں پر محمول کرنا قرین قیاس نہیں' اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ آیت کے دوسرے حصے _____ مانہاکم عنہ فانتھوا ___ کے مفہوم کی دلالت واضح طور پر حکم کے معنی میں ہے جو ایک قول ہے'

فعل ہرگز نہیں' اس لیے "ما اتاکم" میں بھی اللہ کی مراد ما امرکم کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی اور دوسرے یہ کہ "ایتان" صرف قول میں آنا ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اصلاً" یہ مادہ بیان امر کے لیے آتا ہے یعنی بیان فعل کے لیے۔

دوسری آیت

ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی (اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو)

اس آیت سے ان کے استدلال پر نقد کے ضمن میں امام شوکانی فرماتے ہیں' اتباع النبی سے مراد ہر کام حتی الامکان اسی طرح کرنا ہے' جس طرح آپ نے کیا یا کرنے کو کہا۔ اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ جو کام بھی آپ نے کیا' اس کا کرنا ہم پر واجب ہے' ہاں' اگر وہ کام کرنا ــــ ہم سب پر واجب ہے تو امنا و صدقنا' ورنہ اس آیت کی بنیاد پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی عمل کو واجب ٹھہرانا خلاف واقع ہے۔

تیسری آیت

فالیحزر الذین یخالفون عن امرہ
(سو وہ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ڈریں ــــ)

مصنف جواباً" کہتے ہیں کہ اس آیت میں "امر" کا لفظ باعتبار اصل قول کے معنی میں ہے اور اس پر اجماع ہے' نیز اس کا فعل پر اطلاق اس لیے بھی محل نظر ہے کہ امرہ' میں 'ہ' کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ بھی ہو سکتے ہیں اور یہی مذکورہ دونوں باتوں' یعنی 'امر' اور 'ہ' کے زیادہ قریب ہے۔

چوتھی آیت

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یر جو اللّٰہ والیوم الاخر ــــ
(بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات میں بہترین نمونہ ہے' ان کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کے بارے میں امیدوار ہیں)

اس آیت سے استدلال کے جواب میں مصنف فرماتے ہیں کہ پیروی اسوہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے افعال کی من و عن نقل کی کوشش کی جائے' باعتبار شکل بھی اور باعتبار صفت (حکم) بھی' یعنی ظاہر و باطن کے ہر پہلو سے۔ مثال کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام محض تطوعاً" کرتے ہیں گویا وہ ان کے نزدیک صرف نفل کے درجے میں ہے' لیکن ہم اسے خود سے اپنے اوپر واجب قرار دے لیتے ہیں' تو ہمارا شمار حسب قانون اسوہ رسول پر چلنے والوں میں نہیں ہو گا۔ چنانچہ کسی فعل کے وجوب کی سند جب تک کسی دلیل سے نہیں ہو گی' اس کا واجب ہونا ہرگز لازم نہیں آئے گا اور اسوہ کی تعبیر میں اپنی اٹکل سے بزور ایسا کرنا حدود شرع سے تجاوز کے مترادف

ہے۔

پانچویں آیت

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول
(اطاعت کرو اللہ اور کہا مانو رسولؐ کا)

مصنف اس آیت سے اقتدا کے عمومی وجوب کا اثبات کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اطاعت امتثال امر کے سوا کچھ نہیں البتہ اس بارے میں دو رائیں ہیں۔ ایک رائے کے مطابق احکامات کا بجا لانا ہی اصل اطاعت ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ حکم کی مراد پر عمل کرنے سے اطاعت کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

بہرحال' اطاعت کے لفظ سے اقتدا کا جواز تو بالکل درست ہے لیکن اس سے اس کا وجوب کسی طور ثابت نہیں ہوتا' ورنہ اقتدا تکلیف مالا یطاق کے مترادف ہوگی۔

قائلین وجوب اپنی رائے کے حق میں اجماع سے بھی دلیل لاتے ہیں۔ دراصل ان کا استدلال اس حقیقت واقع پر مبنی ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے افعال کی ہو بہو اقتدا بجالانے کی سعی فرمایا کرتے تھے اور یہ تواتر سے ثابت ہے' اور یہی دین ہے' تاہم اس میں شک نہیں کہ انہیں عمل اقتدا کی بعض جزئیات میں ایک دوسرے سے کھلا اختلاف رہا' اور ان کا یہی باہمی اختلاف اقتداء کے مدارج ____ وجوب' ندب اور اباحت وغیرہ پر دال ہے۔

مثال کے طور پر جب حضرت عائشہؓ کے حوالے سے یہ خبر انؓ تک پہنچی کہ وہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم "التقاء الختانین" کی صورت میں لازماً غسل کرتے تھے تو انہوں نے بلا حیل و حجت اسے اپنا لیا اور سب کا التقاء الختانین کے بعد وجوب غسل پر اجماع ہو گیا۔ گویا پہلے وہ اس طرح کی صورت حال میں غسل کے واجب ہو جانے پر ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فتح مکہ سے قبل تو' جب تک انزال نہ ہو' غسل نہیں کرتے تھے' لیکن بعد کو غسل کرنے لگے' اور عائشہؓ کے علاوہ دوسروں کو بھی آپؐ نے اس کا حکم دیا۔"

(سخاوی' شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن "اعلان بالتوبیخ" ترجمہ: ڈاکٹر سید محمد یوسف' مرکزی اردو بورڈ' لاہور' طبع اول جون 1968ء صفحہ 30)

چنانچہ یہ دعویٰ ایک بلا دلیل دعویٰ ہے کہ وجوب سنن پر صحابہؓ کا اجماع تھا' البتہ ان کا (خاموش) اجماع اس بات پر تھا کہ نبیؐ کے افعال کی اقتدا ان کے الگ الگ حکم کے اعتبار سے ہوگی یعنی ایک فعل کے لیے اگر وجوب کا حکم ثابت ہے تو صرف اسے ہی واجب مانا جائے گا' اور اگر اس پر مندوب یا ان دونوں کی طرح کا کوئی اور حکم لگایا گیا ہے تو اقتدا بحسب حکم جیسا کہ اوپر بیان کردہ مثال میں صحابہ کرامؓ نے "التقاء الختانین" کو جنابت کی علت تسلیم کر لیا' اور حالت جنابت سے

حالت طہارت میں واپس آنے کے لیے غسل واجب ہے۔

ان حضرات کا عقل سے استدلال انسانی فطرت کے ایک داعیے پر منحصر ہے' یعنی احتیاط ____ جس کا تقاضا ہے کہ کسی شے کو اس کے اعلیٰ درجے پر لے جایا جائے اور عملیت کے سب سے اونچے مقام تک مرفوع کرنے کی سعی کی جائے تاکہ اس کے جوہر کا مکمل اظہار ہو سکے۔ دین و شریعت میں اقتداء جیسا عظیم عمل اس طرح کی احتیاط کا متقاضی ہے لہٰذا اس کا واجب ہونا عین قرین قیاس ہے کہ ازروئے احتیاط کسی فعل کے کرنے کا اعلیٰ ترین درجہ یہی ہے۔ لیکن قاضی شوکانی کا اس بارے میں یہ خیال ہے کہ احتیاط تک نوبت تب پہنچتی ہے جب اسے اختیار کرنے میں کسی قسم کے مغالطے کا اندیشہ نہ ہو' یعنی اگر فعل ہے تو اس کے وجوب کا یقین ہو' جبکہ یہاں ایسی صورت حال نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عمل میں تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ ان کے لیے تو واجب ہے' لیکن امت کے لیے حرمت یا کسی اور درجے میں ہو۔ چنانچہ صورت واقع جب یہ ہو تو صرف احتیاط کی راہ سے ہو کر وجوب تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

(ب) کیا اقتدا مندوب ہے

کچھ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے افعال کو واجب نہیں مانتے بلکہ مندوب کہتے ہیں' مثال کے طور پر:

i) جوینی اپنی کتاب "برہان" میں لکھتے ہیں' اقتدا کے بارے میں امام شافعی کی رائے یہی ہے وہ کہتے ہیں امام صاحب کی تحریریں اور تقریریں ان کے اسی عندیے کی تائید کرتی ہیں۔

ii) امام رازی بھی اپنی کتاب 'المحصول' میں امام شافعی سے یہی رائے منسوب کرتے ہیں۔

iii) زرکشی نے اپنی کتاب 'البحر' میں نقل کیا ہے کہ قفال اور ابو حامد المروزی اقتداء النبی کو ندب کے درجے میں تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے اور ان کے باقی ہم نواؤں نے اپنی رائے کے حق میں قرآن' اجماع اور عقل سے مندرجہ ذیل استدلال کیا ہے:

قائلین مندوب کا قرآن سے استدلال اقتدا کو واجب ماننے والوں کی طرح آیت اسوہ ____ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ____ پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں' اگر اسوہ کو واجب ٹھہرانا مقصود ہوتا تو اس آیت میں "لکم" کے بجائے "علیکم" کے الفاظ لائے گئے ہوتے اب جبکہ "لکم" کا استعمال کیا گیا ہے تو وہ لغوا" اور معنا" ان افعال کے عدم وجوب پر دال ہے' تاہم "لکم" کے ساتھ چونکہ اسوہ کا لفظ بھی آیا ہے جس میں اقتداء کے لیے ترجیح کا قرینہ پایا جاتا ہے' نتیجتہ" یہ مباح سے اٹھ کر مندوب کے درجے پر آ گئی۔

اجماع سے قائلین ندب کا استدلال ایک عام مشاہدے پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ سامنے کی بات ہے کہ ہر زمانے کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوہ کی پیروی کے لیے ایک دوسرے سے تطابق پیدا کرنے اور سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ صرف یہی ایک بات اس ثبوت کے لیے کافی ہے کہ اجماع منعقد ہو چکا ____ گویا ہر امتی کے لیے سطح عمل آپ

کا اتباع ہے۔ چونکہ افعال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب کے لیے ترجیح اور کشش کا سامان رکھتے ہیں' لہٰذا وہ مندوب ہی قرار پائیں گے۔ لیکن مصنف کہتے ہیں کہ مجرد اجماع کو رسولؐ کی اقتدا پر حجت ماننے میں کوئی شے مانع نہیں' لیکن اس سے اس کا مندوب ہونا کسی طور لازم نہیں آتا کیونکہ ترجیح تو مباح عمل کو بھی دی جا سکتی ہے اور اگر کوئی چاہے تو وہ واجب کو بھی نظرانداز کر دے۔ نیز یہ بات بھی قرین قیاس نہیں کہ انعقاد اجماع کے لیے عمل اقتدا میں ندب کے قرائن بہرحال ناگزیر ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہمہ پہلو اقتدا کو از روئے عقل مندوب منوانے والوں کے استدلال کی منطق یہ ہے کہ وہ افعال

الف) عدم پر حاوی ہوں گے' یعنی ان کا صدور رسولؐ سے ثابت ہو' اسوہ رسول اصل میں انہی کو کہا جائے گا اور وہ واجب العمل ہوں گے' ورنہ مندوب تو وہ ضرور ہوں گے۔

ب) عدم کے مساوی ہوں گے' "گویا کالعدم' یعنی صادر تو وہ ہوئے ہیں لیکن بشری اور جبلی تقاضے کے تحت ____ بلا ارادہ ____ لیکن اپنے اندر کوئی نہ کوئی مقصد بہرحال رکھتے ہیں' البتہ طریقہ کار از روئے سنت طے کر دیا گیا ہو اور کوئی ارادہ یا نیت شامل عمل ہو تو ان کی حیثیت مسنون قرار پائے گی۔ ایسے کچھ افعال دائرہ ندب میں آئیں گے ورنہ مباح تو وہ سب ہیں ہی۔

ج) عدم کے تحت ہوں گے' یعنی سرزد تو عمداً" اور ارادۃً" ہوں' لیکن مقصدیت سے یکسر خالی ہوں' گویا وہ سراسر لغو اور عبث ہیں ایسے کسی فعل کا نبی پاکؐ سے صدور عقلاً" محال ہے۔ بہرحال' اس طرح کے افعال کو مباح کہنا اور ان کی آپؐ سے نسبت کا تصور تک کرنا ناقابل یقین ہے۔ از روئے عقل بھی مباح افعال جنہیں کرنے یا نہ کرنے کی یکساں اجازت ہے' افادیت اور منفعت سے بالکل مبرا نہیں ہو سکتے' جبھی تو انہیں کرنے کی اجازت دی گئی' ورنہ انہیں قطعی حرام قرار دے دیا جاتا۔ نیز اسوہ رسولؐ کی پیروی دین و شریعت کے اولین مقاصد میں سے ہے' چنانچہ مباح افعال کو عبث اور عدم محض کہہ دینا ناقابل معافی جسارت ہے۔ تاہم ذیل میں ہم مباح افعال میں اقتداء کی شرعی حیثیت اور ان کے سکوپ کے بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے اور کچھ علمائے سلف کے خیالات کا جائزہ بھی لیں گے۔

(ج) مباح افعال میں اقتدا کا مسئلہ

ایسے جبلی اور خلقی افعال جو بلا روک ٹوک صادر ہوتے رہتے ہوں اور وہ بھی جن میں صورتاً" اور نیتاً" تصرف کیا جا سکتا ہو اکثر فقہاء سلف کے خیال میں وہ دائرہ مباحات میں آتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند اہم ناموں کا ذکر کریں گے :

امام رازی نے اپنی کتاب "محصول" میں ان افعال کو مباح ہی لکھا ہے۔ امام مالک کی

رائے بھی یہی ہے' البتہ امام جوینی نے اباحت کے حق میں رائے نہیں دی' کیونکہ ان کے خیال میں اگر ان افعال میں قربِ حق کا ارادہ شامل ہو جائے' اور اتباع کے خیال سے کئے جانے والے ہر فعل میں وہ شامل ہوتا ہے' لہٰذا اس کی دونوں طرفیں ____ ترک و اختیار ____ ایک سطح پر برقرار نہیں رہیں گی اور اس سے ضابطہ اباحت یعنی جزا و سزا کا ایک سا ارتفاع آپ سے آپ اٹھ جائے گا' چنانچہ وہ فعل اباحت سے بلند ہو کر ندب کے دائرے میں داخل ہو جائے گا۔ اس لیے الامدی اور ابن حاجب نے اباحت کو "اقل احوال" میں شمار کیا ہے۔ ابن السمعانی بھی انہی کے ہم نوا ہیں۔

بہرحال' جو لوگ اباحت کی طرف گئے ہیں' اپنی رائے کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں' یہ بات تفتیش کا لحجر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کسی کام کا علاوہ ارادہ قربِ حق کسی اور خیال سے صدور ممکن ہی نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ' کا ہر فعل واجب ہوگا یا مندوب' اور بدرجہ آخر مباح تو وہ ضرور ہوگا۔ حکم فعل (امر) کی ان تینوں حالتوں میں ایک بات مشترک ہے کہ وہ فعل سے حرج یعنی نقص و ضرر کو دور کر دیتی ہے' چنانچہ فعل کے رجحان کے تعین کے لیے کوئی دلیل اگر موجود نہ بھی ہو' یعنی اسے کس حیثیت سے کیا جائے' تب بھی یہ بات بہرحال طے ہے کہ اس فعل کے کر ڈالنے میں کوئی حرج نہ ہوگا' کیونکہ جس فعل میں کسی حکم کی طرف رجحان نہ پایا جائے تو اس خاص حوالے سے کم از کم مباح تو وہ یقیناً ہوگا' اور یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سب افعال میں از روئے مشیت ایزدی جاری و ساری ہے' لہٰذا ناگزیر ہے کہ اپنے موقف کی بنیاد' امام جوینی کہتے ہیں' اس اصول پر رکھی جائے اور جو بات یقینی نہیں' اس کی طرف میلان سے بچا جائے بلکہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ انہیں مندوب مان کر عمل میں لایا جائے۔

مصنف کہتے ہیں کہ ان ساتوں اقسام کے افعال کے صدور میں "ارادہ قربِ حق" کا ظہور عین ممکن ہے اور ہوا بھی ہے' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں بہ مشیت ایزدی جاری و ساری ہوتا ہے' لہٰذا وہ اس کے بعد محض مباح نہیں رہ جائیں گے۔ بصورت دیگر یہ لازم آئے گا کہ "ارادہ قربِ حق" کے مستحضر ہونے کا معاذ اللہ کوئی مطلب ہی نہیں۔

(د) توقف ہی بہتر ہے

مختلف آراء کی اس کثرت سے گھبرا کر کچھ فقہاء نے اس میں عافیت سمجھی ہے کہ ان افعال کے بارے میں توقف کی پالیسی اختیار کی جائے اس سلسلے میں ایک بڑا نام امام رازی کا ہے جنہوں نے اپنی کتاب "المحصول" میں ان افعال پر توقف کا حکم لگایا ہے اور اس کی تائید الصیرفی نے بھی کی ہے بلکہ اکثر معتزلہ حضرات اس رائے کے قائل نظر آتے ہیں' نیز شیخ ابو اسحاق کے بیان کے مطابق بیشتر شافعی اصحاب کا مسلک بھی یہی ہے۔ اس سلسلے میں وہ الدقاق کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ قاضی ابو الطیب الطبری نے اپنی کتاب "لمع" میں صیرفی کے حوالے سے لکھا ہے کہ توقف ہی بہتر ہے۔

مصنف کا موقف

ان کا خیال ہے کہ جس فعل میں قرب حق کے ارادے کا ظہور ہو سکے' اس پر توقف کا حکم لگا دینے میں کوئی خیر نہیں کیونکہ قصد قرب حق میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اسے دائرہ مباحات سے نکال کر کسی برتر دائرے میں لے جائے گا۔ اور مباح سے اوپر مندوب کا درجہ ہے۔

قصد قرب حق کے عدم ظہور کا مسئلہ

رہی یہ بات کہ کسی فعل میں ارادہ قرب حق کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آئے' جیسے کسی خالص میکانکی فعل کے بارے میں کہا جائے کہ وہ اس قدر اضطرارا" واقع ہوا کہ اس میں کسی قصد و ارادے کی گنجائش ہی نہ تھی تو فقہاء کو اقتدا کے حوالے سے یہ مشکل پیش آ سکتی ہے کہ حکم کی درجہ بندی کیسے کی جائے۔

تاہم وہ فقہاء جو اقتداء کے وجوب پر اصرار کرتے ہیں' وہ اس صورت حال میں بھی وہی دلیل کافی سمجھتے ہیں کہ کسی فعل کا نبی پاکؐ سے سرزد ہونا ہی اس کے واجب ہونے کا ثبوت ہے۔ ابن سریج' امام جوینی' ابن ابی ہریرہ اور اکثر متاخرین اصحاب شافعی اسی رائے کی تائید کرتے ہیں۔ مزید برآں ابوالحسین بن القطان بھی اس نقطہ نظر کے حامی ہیں۔ نیز امام رازی نے اپنی کتاب "المعالم" میں اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ آخر میں الفراقی کا تبصرہ:

> "یہ وہی رائے ہے جو مسلک مالکیہ کے آئمہ کرام نے اصول و فروع کی اپنی کتابوں میں اختیار کی ہے اور قاضی ابوبکر نے بھی عراق کے اکثر فقیہوں کے حوالے سے بیان کیا ہے۔"

لیکن ان اصحاب کے استدلال کے رد کے لیے' مصنف کہتے ہیں' وہی جواب کفایت کرے گا جو کسی فعل میں قصد قرب حق کے ظہور کی بنا پر اس کے وجوب کے قائلین کو دیا گیا' بلکہ وہ ان کے حق میں بدرجہ اولیٰ مبرھن اور قاطع ہو گا کیونکہ یہ لوگ ان افعال کے وجوب کے لیے اظہار قصد قرب کو بھی ایسا ضروری نہیں سمجھتے۔

اقتداء کو من حیث المجموع مندوب قرار دینے والے ان افعال کو بھی "ندب" کے ذیل میں لاتے ہیں۔ زرکشی اپنی کتاب "البحر" میں دعویٰ کرتے ہیں کہ اکثر حنفی اور معتزلہ حضرات کا مسلک "ندب" کا ہے۔ القاضی اور ابن الصباغ نے صیرفی اور القفال الکبیر سے یہی رائے منسوب کی ہے' بلکہ الروانی کے خیال میں اس رائے کے موید اکثریت میں ہیں۔ امام قشیری' امام شافعی کے فرمودات پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ بھی اہل "مندوب" میں سے تھے۔ اس رائے کی حمایت کرتے ہوئے مصنف (قاضی شوکانی) کا محاکمہ یہ ہے:

> "میں کہتا ہوں' یہی رائے صائب ہے۔ بھلا یہ بھی کیا ممکن ہے کہ فعل کا صدور تو ہو اللہ کے رسولؐ کی ذات سے' اور اس میں تقرب الٰہی کا ارادہ مستحضر نہ ہو۔ اور اگر اس سے انکار نہیں تو آپؐ کے کسی بھی فعل کا کم از کم درجہ "مندوب" ہی ہو سکتا ہے۔ البتہ ایسی کوئی دلیل سامنے نہیں آئی جو ان افعال

کو مندوب پر برتر قرار دے سکے۔ لہٰذا اس رائے کو اختیار کرنا ناگزیر ہے' تاہم ان افعال کو صرف مباح نہیں مانا جا سکتا' کیونکہ اباحت کی دونوں طرفیں _____ طرف ترک اور طرف اختیار _____ اپنا توازن ایک سطح پر برابر برابر برقرار رکھتی ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہونے والے کسی بھی فعل پر اباحت کا حکم لگانا ان کی اقتدا سے غفلت برتنے کے مترادف ہے۔ بہرحال' یہ اگر افراط ہے کہ انؐ کے سب افعال کو واجب ٹھہرایا جائے تو انہیں مباح منوانا بھی یقیناً تفریط ہے' جبکہ حق ہمیشہ افراط اور تفریط کے درمیان حد اعتدال پر رہنے کا نام ہے۔"

عمل اقتدا کی اباحت کے قائلین ان افعال کو بھی مباح ہی مانتے ہیں۔ علامہ دبوی نے اپنی کتاب "التقویم" میں ابوبکر رازی کے حوالے سے یہی رائے نقل کی ہے اور اسے صائب کہا ہے۔ حضرات حنابلہ بھی اکثر اس طرف گئے ہیں۔ امام جوینی اپنی کتاب "البرھان" میں حسب معمول اسی رائے پر زور دیتے ہیں۔ مصنف اس رائے پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں' وہی جواب کافی ہو گا جو ندب کی تائید میں ابھی ابھی درج ہوا۔

ان افعال کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ توقف کیا جائے' یعنی عمل اقتدا کو ملتوی رکھا جائے تا آنکہ تعمیل کے لیے کوئی قوی دلیل مل جائے۔ ابن سمعانی کی تحقیق کے مطابق اشعری مکتبہ فکر کے اکثر لوگوں نے یہی رائے اختیار کی ہے۔ نیز ابن وقاق' ابو القاسم بن کج اور زرکشی نے بھی توقف ہی کی تائید کی ہے' بلکہ ہمارے جمہور اصحاب بھی اس طرف گئے ہیں اور ابن فورک نے اس پر صاد کیا ہے۔

قاضی ابوالطیب کی دلیل

قاضی صاحب نے "الکفایہ" کی شرح میں توقف کے حق میں مندرجہ ذیل دلیل بیان کی ہے:

"اگر یہ افعال اپنے اندر وجوب' ندب اور اباحت رکھتے ہیں' ساتھ ہی ان کے بارے میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے تو ایسے میں حتمی بات یہی ہو سکتی ہے کہ ان کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے۔"

مصنف کا تبصرہ

احتمال اباحت کی تردید (اور ندب کی تائید) میں ہماری دلیل اوپر گزر چکی ہے۔ رہی ان افعال کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہونے کے احتمال کی بات' تو اس پر سب متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے افعال مبارکہ عمل اقتدا کے لیے شریعت سازی

کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ایسی ہی دلیل نبی پاکؐ کے افعال کے انہی کے ساتھ خاص ہونے میں مانع ہے۔ پھر توقف اختیار کرنے کے لیے صرف یہی وجہ کیسے کافی ہو سکتی ہے' البتہ امام شوکانی کہتے ہیں حیرت اس بات پر ہے کہ امام رازی اور امام غزالی جیسے ثقہ لوگ بھی اس رائے کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔

فقہائے کرامؒ جن کا تذکرہ اس قسط میں ہوا

1- الشیخ ابو شامتہ المقدسی

نام۔ عبدالرحمان بن اسماعیل بن ابراہیم المقدسی الدمشقی کنیت' ابو القاسم' لقب "ابو شامہ"' شہاب الدین کے لقب سے بھی پکارے گئے۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور یہیں پہلے بڑھے۔ مورخ' محدث' محقق' عالم۔ دمشق کے دارالحدیث الاشرفیہ میں شیخ کے منصب پر فائز کیے گئے۔ آپ کی وفات بڑے پراسرار طریقے پر ہوئی۔ ایک دفعہ چند آدمی آپ سے فتوی پوچھنے آئے اور موقع پا کر زدوکوب کرنے لگ پڑے۔ اس تشدد سے صاحب فراش ہوئے اور بالآخر فوت ہو گئے آپ اعلیٰ پائے کے ادیب تھے۔ کئی بیش قدر کتابیں تصنیف کیں۔

2- قفال الصغیر

(327 - 417ھ) بمطابق 938 - 1026ء)' نام' عبداللہ بن احمد المروزی ابوبکر القفال۔ شافعی الملک فقیہ تھے۔ فقاہت' زہد و ورع اور ذکاوت میں اپنے عہد میں ممتاز تھے۔ فقہ پر ان کی کتاب "شرح فروع محمد بن حداد المصری" خاصی معروف ہے۔ حصول علم و فضل سے پہلے قفل بنانے کا کام کرتے تھے اس لیے قفال کے لقب سے پکارے گئے۔ لوگ انہیں قفال الصغیر بھی کہتے تھے تاکہ انہیں قفال الشاشی نہ سمجھ لیا جائے۔

3- قفال الکبیر

نام' محمد بن علی بن اسماعیل الشاش القفال' کنیت' ابوبکر۔ اپنے دور میں فقہ' حدیث' نعت اور ادب کے اکابر علماء میں گنے جاتے تھے۔ ماوراء النہر کے علاقے سے تعلق تھا۔ اس علاقے میں انہی کے دم سے شافعی مسلک نے شہرت حاصل کی۔ کہا جاتا ہے شاش (سیحوں) خراسان' عراق' شام اور حجاز کے سفر بھی انہوں نے اس مقصد کے لیے کیے تھے۔ آپ کی معروف کتابوں میں "اصول فقہ" "محاسن شریعت" اور امام شافعی کے "الرسالہ" کی شرح شامل ہیں۔

4- ابو حامد المروزی

نام' ابراہیم بن احمد المروزی' کنیت' ابو اسحاق۔ عراق میں ابن سریج کے بعد فقہ شافعیہ کے امام قرار پائے۔ مرو' شاہجہان کے قصبے خراسان میں پیدا ہوئے۔ زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں

بسر کیا اور مصر میں وفات پائی۔

5- ابن سریج

(249 - 306ھ) بمطابق (862 - 918ء)' نام' احمد بن عمر بن سریج البغدادی' کنیت' ابوالعباس۔ بغداد میں پیدا ہوئے' فوت بھی وہیں ہوئے۔ شیراز میں قاضی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ شافعی مذہب کے لیے بہت کام کیا حتیٰ کہ کہا جانے لگا:

1- پہلی صدی ہجری کے آغاز پر سنت کے غلبے اور بدعت کے خاتمے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عمر بن عبدالعزیز کو اقتدار عطا فرمایا۔

2- دوسری صدی میں اس کام کے لیے امام شافعی پیدا ہوئے۔ انہوں نے دوبارہ سنت کا احیاء کیا اور بدعت کو مٹایا۔

3- تیسری صدی میں اللہ نے یہی کام ابن سریج سے لیا۔ انہوں نے کم و بیش دو اڑھائی سو کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں دو بہت ہی مشہور ہیں اور اہل علم میں متداول ہیں:

   1- الاقسام والخصال

   2- الودائع لمنصوص الشرائع

6- ابن خیران

نام' احمد بن علی بن خیران' کنیت: ابو محمد' لقب: ولی الدولہ۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ ترکے میں کچھ کتابیں اور رسائل چھوڑے۔

7- الصیرفی

نام' محمد بن بدر۔ معروف فقیہ' مصر میں قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

8- ابن ابی ھریرہ

نام' الحسن بن ابی ھریرہ۔ کنیت' ابو علی۔ اپنے دور میں عراق بھر میں حلقہ شافعی کی امامت کا مرتبہ حاصل تھا۔ بہت باوقار اور وجیہ شخص تھے۔ فقہ کے فروعی مسائل میں صاحب الرائے کی حیثیت رکھتے تھے۔ "شرح مختصر المزنی" اپنے فن میں ان کی لاجواب تصنیف ہے۔ بغداد میں 345ھ میں وفات پائی۔

9- سلیم الرازی

نام' سلیم بن ایوب بن سلیم۔ رے کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بغداد میں تعلیم پائی۔ حج پر گئے تو واپسی پر جدہ کے قریب وفات پائی۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں' جن میں سے دو بہت

مشہور ہیں' ایک کا نام "غریب الحدیث" ہے اور دوسری "الاشارہ" کے نام سے مشہور۔

10- ابوالحسین بن القطان

نام' احمد بن محمد بن احمد بن القطان۔ شافعی المسلک تھے' اور اپنے عہد میں فقہائے بغداد میں خاصے نمایاں تھے۔ ساری عمر وہیں گزار دی اور وہیں فوت ہوئے۔ فقہ اور اصول فقہ پر ان کی کتابیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ سال وفات 359ھ ہے۔

11- ابن صباغ

(874 - 900ھ) بمطابق (1383 - 1451ء)' نام' علی بن محمد بن احمد نور الدین ابن الصباغ۔ اہل مکہ میں سے ہیں' وہیں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی۔ فقہ مالکی کے علمبردار تھے' اس پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ لیکن صرف دو نے شہرت پائی۔ ایک ان میں سے یہ ہے: الفصول المہمہ لمعرفۃ الائمہ۔

12- الرویانی

نام' احمد بن محمد بن احمد الرویانی الطبری' کنیت' ابوالعباس۔ شافعی تھے۔ طبرستان کے نواحی علاقے رویان کے رہنے والے تھے۔ ان سے علم اس علاقے میں خوب پھیلا۔ الرویانی صاحب البحر کے دادا تھے جن کا نام عبدالواحد بن اسماعیل تھا۔ "الجرجانیات" ان کی مشہور تصنیف ہے۔

+ + +